NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

قرآن مجید میں مذکور موجود اقوام میں سے یہودیوں کے تہذیبی مطالعہ کی عصری معنویت

The Contemporary Relevance of the Cultural Study of the Jewish Community Mentioned in the Qur'an

Muhammad Akram
Ph.D Scholar , Departmen of Quran and Tafseer, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Email :akrammuhammad108@gmail.com
Dr. Zafar Iqbal
Assistant Professor, Faculty of Arabic & Islamic Studies Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Email:drzafariqbal@aiou.edu.pk

Abstract

The Qur'an's discourse on past nations is not merely a historical narration; rather, it serves as a comprehensive intellectual and moral framework for understanding human civilizations, their social patterns, and the consequences of their ethical deviations. Among these nations, the Children of Israel occupy a significant position, as the Qur'an presents their religious, social, and cultural characteristics with notable depth and detail. This article explores the contemporary relevance of the Qur'anic portrayal of the Jewish community by analyzing how their historical experiences, moral challenges, and collective behaviors offer valuable lessons for modern societies, particularly the Muslim world.The study conducts a comparative analysis between the Qur'anic narrative of Jewish civilization and contemporary global realities, including modern Jewish thought, Zionist ideology, and prevailing socio-political trends. The research highlights that the behavioral patterns emphasized in the Qur'ansuch as distortion of scripture, moral and intellectual dishonesty, excessive materialism, ethnocentrism, socio-political fragmentation, and spiritual declineare not merely historical phenomena but continue to manifest in various forms across modern civilizations. This makes the Qur'anic discourse profoundly relevant to current discussions on cultural identity, civilizational ethics, and societal reform.

The article concludes that the Qur'anic study of the Jewish community provides a timeless analytical framework, enabling contemporary Muslim societies to critically reflect upon their own moral and institutional weaknesses. It further establishes that understanding these Qur'anic lessons is essential not only for interpreting historical patterns but also for constructing an ethically conscious and culturally resilient future.

ARTICLE INFO
Article History:
Received:
18-11- 2025
Revised:
19-11- 2025
Accepted:
30-11- 2025
Online:
03-12- 2025

Keywords: Qur'anic Studies, Jewish Civilization, Cultural Analysis,Contemporary Relevance, Civilizational Ethics.

CC BY

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

1. موضوع کا تعارف

قرآن مجید انسانیت کی تاریخ کو محض واقعات کی صورت میں بیان نہیں کرتا بلکہ مختلف اقوام کے تہذیبی، اخلاقی، فکری اور مذہبی رویّوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسا ہمہ گیر تجزیہ پیش کرتا ہے جو ہر دور کے انسان کے لیے رہنمائی کا باعث بن سکے۔ انہی اقوام میں سے بنو اسرائیل (یہودی قوم) ایک نہایت اہم مقام رکھتی ہے، جس کا ذکر قرآن میں کسی اور قوم کی نسبت زیادہ تفصیل سے آیا ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ قوم ایک ایسے تاریخی اور مذہبی پس منظر کی حامل ہے جس نے بعد میں آنے والی تہذیبوں، مذاہب اور سیاسی نظاموں پر گہرا اثر ڈالا۔

قرآن مجید یہودیوں کو ایک ایسی قوم کے طور پر پیش کرتا ہے جسے اللہ نے کتاب، شریعت، عقل، نبوت اور سماجی نظم عطا کیا تھا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

"وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ"[1]

اور بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم (دانائی) اور نبوت عطا کی۔

یہ آیت نہ صرف ان کے تاریخی مقام کو واضح کرتی ہے بلکہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے کہ ان کے پاس ایک مکمل تہذیبی نظام موجود تھا۔ تاہم قرآن اسی قوم کی کمزوریوں، عہد شکنی، فکری انحراف اور اخلاقی زوال کا ذکر بھی بڑے واضح انداز میں کرتا ہے۔ ان تضادات کا مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کس طرح ایک قوم اپنے عروج کے بعد زوال کا شکار ہوتی ہے۔

عصرِ حاضر میں یہودیت بطور تہذیب، سیاست، میڈیا، اکیڈمیا اور عالمی سرمایہ داری میں مرکزی کردار ادا کرتی ہے۔ اسرائیل کے بطور ریاست ابھرنے کے بعد اس قوم کی سیاسی ذہانت، اجتماعی حکمتِ عملی، علمی قوت اور غلطیاں دونوں قابلِ مطالعہ ہیں۔ قرآن کا یہ تذکرہ آج ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم یہودی تہذیب کو صرف جذباتی نہیں بلکہ علمی و تحقیقی زاویے سے سمجھیں۔

یہی وجہ ہے کہ یہ سوال آج کے محققین کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے

"یہودیوں کے تہذیبی مطالعہ کی عصرِ حاضر میں کیا معنویت ہے؟"

قرآن مجید کی روشنی میں یہودیوں کے تہذیبی رویوں کا جائزہ لیں گے اور پھر دیکھیں گے کہ موجودہ عالمی صورتِ حال میں ان کا مطالعہ کس حد تک ضروری ہے۔ یہ مقالہ دراصل ایک تاریخی، مذہبی، سماجی اور سیاسی تجزیہ ہے، جو موجودہ مسلمان معاشروں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

2. قرآن مجید میں یہودی قوم کا بنیادی تعارف

قرآن مجید یہودی قوم کو محض ایک مذہبی گروہ کے طور پر نہیں بلکہ ایک تاریخی تہذیب کے طور پر بیان کرتا ہے، جس کے رویّوں کا براہِ راست تعلق آج کی دنیا کے سیاسی، سماجی اور فکری تناظر سے بھی ہے۔ قرآن میں بنی اسرائیل کو ان کی علمی میراث، مذہبی خدمات، اور تاریخی کردار کی بنا پر خصوصی ذکر ملا، مگر اسی کے ساتھ ان کے انحرافات اور اخلاقی کمزوریوں کو بھی بطور عبرت بیان کیا گیا ہے۔

علامہ طبری بنی اسرائیل کے مقام کے بارے میں لکھتے ہیں

"إن الله فضّل بني إسرائيل بالنعم والرسل والكتب، وكانوا أهل دين وعلم، ولكنهم استبدلوا نعمة الله بالكفر والمعصية."[2]

اللہ نے بنی اسرائیل کو نعمتوں، رسولوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعے فضیلت دی، وہ دین و علم والے تھے، مگر انہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر اور معصیت سے بدل دیا۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ یہودی قوم کے پاس علمی برتری اور مذہبی اتھارٹی موجود تھی، لیکن ان کی اخلاقی کمزوریاں اور دنیا طلبی انہیں زوال کی طرف لے گئیں۔

ابنِ کثیر ان کی دنیوی سوچ کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"كان بنو إسرائيل يعشقون الدنيا ويقدّمون مصالحهم على أوامر الله، ولهذا كثرت فيهم المعاصي والتحريف." [3]

بنی اسرائیل دنیا سے شدید محبت رکھتے تھے اور اللہ کے احکام پر اپنی خواہشات کو مقدم رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان میں معاصی اور تحریفات عام ہوئیں۔

یہ رویّہ آج کے دور میں بھی بعض معاشرتی گروہوں کے اندر دیکھا جاتا ہے، لہٰذا یہودی تہذیب کا مطالعہ ہمارے لیے اخلاقی اور سماجی بصیرت فراہم کرتا ہے۔

معروف یہودی مورخ سیلُو بارون (Salo Baron) لکھتا ہے

"Jewish history cannot be separated from its religious consciousness; their identity is inseparable from their scripture and covenantal worldview[4]".

یہودی تاریخ کو اُن کے مذہبی شعور سے جدا نہیں کیا جا سکتا؛ ان کی شناخت ان کی شریعت اور عہد نامے سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی تہذیب بنیادی طور پر مذہبی بنیادوں پر قائم ہے، جس کا اظہار قرآن میں بھی کیا گیا ہے۔ اس لیے ان کی تہذیب کو سمجھنے کے لیے مذہب کو بنیاد بنانا ضروری ہے۔

مولانا مودودی "تفہیم القرآن" میں لکھتے ہیں

"یہود کی سب سے بڑی کمزوری یہ تھی کہ وہ اپنے آپ کو امتِ برتر سمجھتے تھے، اس احساس نے انہیں دوسروں کو حقیر سمجھنے اور خدا کے احکام سے کھیلنے تک پہنچا دیا۔" [5]

یہی احساسِ برتری آج بھی بعض یہودی سیاسی گروہوں کے اندر نظر آتا ہے، خصوصاً عالمی سیاست میں اسرائیل کی جارحانہ پالیسیوں میں نظر آتا ہے۔ آج بھی عالمی تعلقات اور تہذیبی مباحث میں نمایاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا مطالعہ عصرِ حاضر کے لیے نہایت اہم ہے۔

3. یہودی قوم کی تہذیبی خصوصیات

قرآن اور یہودی تاریخ کے تناظر میں یہودی قوم کی تہذیبی شناخت دو بنیادی ستونوں پر قائم ہے:

قرآن مجید جہاں ان کی کمزوریوں کا ذکر کرتا ہے، وہیں ان کی کچھ مثبت تہذیبی خصوصیات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے، جیسے علم، کتاب سے تعلق، مضبوط خاندانی نظام، اور تاریخی تسلسل۔ ان کا تہذیبی مطالعہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ کس طرح ایک قوم مذہبی شناخت کو مرکز بنا کر ہزاروں سال تک اپنا وجود برقرار رکھ سکتی ہے۔

3.1 مذہبی مرکزیت اور کتاب سے وابستگی

یہودی تہذیب کی بنیاد "توریت" اور اس کی تشریحات ("تلمود") پر قائم ہے۔ قرآن اس پہلو کو تسلیم کرتے ہوئے فرماتا ہے

"وَمِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ"[6]

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

"اور ان میں ایک میانہ رو جماعت بھی ہے۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ یہود میں ہمیشہ ایسے اہلِ علم اور اہلِ حق موجود رہے جنہوں نے کتاب سے حقیقی تعلق بر قرار رکھا۔

تفسیر نمونہ میں آیت کی تفسیریوں ملتی ہےs

"یہود میں ایک ایسا گروہ ہمیشہ رہا ہے جو نہ تحریف کا قائل تھا اور نہ عہد شکنی کا، بلکہ وہ دین کی اصل روح کو سمجھنے والا تھا۔"[7]

یہ اقتباس یہودی تہذیب کے اندرونی تنوع اور مثبت پہلو کی نشاندہی کرتا ہے۔

3.2 یہودی قوم میں علمی روایت کی مضبوطی

یہود کا سب سے نمایاں تہذیبی امتیاز ان کی علم دوست روایت ہے۔ ان کے ہاں مذہب، تحریر، طباعت اور تعلیمی اداروں کی طویل روایت موجود ہے۔ اس حوالے سے یہودی مؤرخ گرشوم شولم (Gershom Scholem) لکھتا ہے

"Jewish intellectual history is the history of continuous interpretation; every generation re interprets its sacred texts[8]".

" یہودی علمی تاریخ دراصل مسلسل تشریح کی تاریخ ہے؛ ہر نسل اپنی مقدس کتابوں کی نئی تعبیر کرتی رہی۔"

یہ رویہ جدید اکیڈمیوں میں بھی نمایاں ہے، جس نے انہیں تحقیق، فلسفہ اور سوشل سائنسز میں نمایاں جگہ دلوائی۔

3.3 احساسِ برتری اور قوم پرستی

قرآن ان کے اس رویّے کو انحراف کی جڑ قرار دیتا ہے

"وَقَالُوا نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ" [9]

"اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں۔"

یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ ان کے اندر نسلی قوم پرستی (Ethnocentrism) پیدا ہو گئی، جس نے انہیں دوسری اقوام سے نفسیاتی طور پر الگ کر دیا۔

3.4 سیاسی ذہانت اور بقا کی حکمت عملی

یہودی تاریخ کا ایک اہم پہلو ان کا Survival Strategy-Based Civilization ہونا ہے۔ مختلف ادوار میں بکھر جانے کے باوجود ان کی تہذیب باقی رہی، جیسا کہ مشہور مورخ پال جانسن (Paul Johnson) لکھتا ہے

"The survival of the Jews is perhaps the most remarkable story in history[10]"

"یہودی قوم کی بقا شاید تاریخ کا سب سے حیرت انگیز واقعہ ہے۔"

قرآن بھی ان کی سیاسی ذہانت کو تسلیم کرتا ہے، مگر ان کے منفی کردار کا ذکر کرتے ہوئے تنبیہ کرتا ہے کہ یہ حکمت اگر اخلاق اصولوں کے بغیر ہو تو فساد کا باعث بنتی ہے۔

4. یہودیوں کے فکری و اخلاقی انحرافات

یہودی قوم کی تہذیبی تاریخ میں جہاں علمی، مذہبی اور سیاسی کامیابیاں موجود ہیں، وہیں قرآن مجید ان کے چند نمایاں اخلاقی و فکری انحرافات کا ذکر بھی کرتا ہے۔ یہ انحرافات محض تاریخی نہیں بلکہ عصرِ حاضر کے لیے عملی اسباق رکھتے ہیں، کیونکہ یہ وہ رویے ہیں جن کی تکرار ہر

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

دور کی اقوام میں دکھائی دیتی ہے۔ قرآن کا مقصد صرف بنی اسرائیل کی مذمت نہیں، بلکہ امتِ محمدیہ ﷺ کو خبردار کرنا ہے کہ وہ ان غلطیوں سے بچیں۔

4.1 تحریف اور دینی مفاد پرستی

قرآن یہودیوں کا ایک بڑا انحراف "تحریفِ کتاب" بیان کرتا ہے۔ اس کا مطلب صرف الفاظ بدلنا نہیں بلکہ دین کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنا بھی ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آتا ہے کہ

"يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ" [11]

" وہ کلمات کو ان کی اصل جگہوں سے ہٹا دیتے تھے۔"

امام فخر الدین رازی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ

"كانوا يبدّلون أوامر الله بما يوافق مصالحهم، وهذا أشد أنواع التحريف لأنه تحريف للمنهج كله"[12]

"وہ اللہ کے احکام کو اپنی مصلحت کے مطابق بدل دیتے تھے، اور یہ تحریف کی بدترین شکل ہے، کیونکہ یہ پورے منہج کو بدل دیتی ہے۔"

یہ رویّہ آج بھی بعض مذہبی، سیاسی اور علمی حلقوں میں پایا جاتا ہے، جہاں دین کو اپنی سوچ کے تابع کر دیا جاتا ہے۔

4.2 عہد شکنی اور اخلاقی کمزوری

قرآن کے مطابق یہودی قوم کا ایک بڑا مسئلہ وعدہ خلافی تھا۔

"أَوَكُلَّمَا عَاهَدُوا عَهْدًا نَّبَذَهُ فَرِيقٌ مِّنْهُم" [13]

" کیا ایسا ہے کہ جب بھی انہوں نے کوئی عہد کیا، ان میں سے ایک گروہ نے اسے توڑ ڈالا؟"

امام قرطبی اس حوالے سے لکھتے ہیں

"نقض العهد خلقٌ تكرر في بني إسرائيل حتى صار علامةً عليهم." [14]

"عہد توڑنا بنی اسرائیل میں اس قدر عام تھا کہ یہ ان کی علامت بن گئی۔"

عہد شکنی کسی بھی تہذیب کے زوال کا بنیادی سبب بنتی ہے۔ معاصر بین الاقوامی سیاست میں بھی اسرائیلی ریاست کے وعدہ خلاف رویے اسی تاریخی مزاج کی توسیع معلوم ہوتے ہیں۔

4.3 دنیا پرستی اور مال کی محبت

دنیا سے غیر معمولی محبت یہودی قوم کا نمایاں پہلو ہے، جسے قرآن نے کئی مقامات پر ذکر کیا، جیسا کہ

"وَلَتَجِدَنَّهُمْ أَحْرَصَ النَّاسِ عَلَىٰ حَيَاةٍ" [15]

"تم انہیں زندگی (دنیا) سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا پاؤ گے۔"

معروف یہودی دانشور آرتھر ہرٹزبرگ (Arthur Hertzberg) لکھتا ہے

"Jewish survival and success have historically depended on economic adaptability and strong financial networks[16] ".

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

" یہودیوں کی بقا اور کامیابی ہمیشہ ان کی معاشی لچک اور مضبوط مالیاتی نیٹ ورک پر رہی ہے۔"

یہ پہلو آج بھی عالمی مالیاتی نظام، بینکاری اور میڈیا میں نمایاں ہے۔

4.4 مذہبی ریاکاری اور ظاہری تقدّس

قرآن یہودیوں کے ایک اور رویّے کو یوں بیان کرتا ہے کہ

"يُرَاؤُونَ النَّاسَ" [17]

" وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے عبادت کرتے تھے۔"

یہ رویہ مذہب کو محض سماجی مقام حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔

سید ابو الاعلیٰ مودودی ان کی ریاکاری سے متعلق لکھتے ہیں

"یہود کی مذہبیت کا بڑا حصہ دکھاوے پر مبنی تھا؛ اصل مقصود روحانی تقرب نہیں بلکہ معاشرتی برتری حاصل کرنا تھا۔" [18]

اور یہی صورت آج کے بعض مذہبی طبقات میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔

5. یہودی تہذیب کا تاریخی سفر: عروج و زوال کے عوامل

یہودی تہذیب کا تاریخی مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ قوم مختلف ادوار میں عروج، زوال، بقا اور دوبارہ ابھار کے مراحل سے گزری۔ قرآن مجید نے ان کی ان ہی کیفیات کو نہایت جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ قرآن کے مطابق یہودی قوم کے عروج کا بنیادی سبب اللہ کی نعمتوں کا شکر، شریعت پر استقامت، اور علمی برتری تھا؛ جبکہ ان کے زوال کا سبب تحریف، معصیت اور دنیا پرستی بنی۔ یہ دونوں پہلو آج کی مسلم تہذیب کے لیے بھی نہایت اہم اسباق رکھتے ہیں۔

5.1 ابتدائی عروج: نبوت، شریعت اور اجتماعی نظام

یہودی قوم کی ابتدائی کامیابی کا مرکز حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قیادت میں پیدا ہونے والا مذہبی اور تہذیبی نظم تھا، جیسا کہ اس حوالے سے قرآن فرماتا ہے:

"وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْآيَاتِ مَا فِيهِ بَلَاءٌ مُّبِينٌ" [19]

"اور ہم نے انہیں ایسی نشانیاں دیں جن میں واضح آزمائش تھی۔"

مشہور مؤرخ احمد بن یعقوبی لکھتے ہیں

"كانت شريعة موسى أول شريعة مدوّنة عرفتها البشرية تنظيماً وتفصيلاً." [20]

" موسیٰ کی شریعت انسانیت کے پاس موجود پہلی مکمل مدوّن شریعت تھی۔"

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی تہذیب کو قانونی اور اخلاقی نظام کی بدولت ایک مضبوط اجتماعی ڈھانچہ ملا۔

بنی اسرائیل کا سیاسی استحکام (حضرت داؤد و سلیمان علیہما السلام) یہودی تاریخ کا سنہرا دور حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی بادشاہت کے زمانے کو قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن نے اس دور کو "عظیم سلطنت" کہا ہے:

"وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ" [21]

" اور ہم نے اس کی بادشاہی کو مضبوط کیا۔"

اس حوالے سے پال جانسن لکھتا ہے

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

"Under David and Solomon, the Israelites achieved a degree of unity and power unmatched in their entire history[22] ".

" داؤد اور سلیمان کے دور میں بنی اسرائیل کو وہ رتبہ ملا جو پوری تاریخ میں دوبارہ نہ مل سکا۔"

یہ دور مذہبی، سیاسی اور معاشی استحکام کا دور تھا، جس نے یہودی تہذیب کو ایک مرکزی شناخت عطا کی۔

5.2 زوال کی ابتداء: اخلاقی کمزوری اور باہمی اختلافات

قرآن زوال کے اسباب میں سب سے پہلے ان کی اخلاقی خرابیوں کا ذکر کرتا ہے:

"فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ" [23]

"ان کے عہد توڑنے کے باعث..."

ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ

"إن معاصي بني إسرائيل كانت سببا مباشرا لهوانهم وسبيهم عبر التاريخ." [24]

" بنی اسرائیل کی معصیت ان کے ذلت اور اسیری کا بنیادی سبب بنی۔"

یہ زوال بتاتا ہے کہ کوئی بھی قوم جب اخلاقی اصول چھوڑ دیتی ہے تو اس کا سیاسی و تہذیبی وجود کمزور ہو جاتا ہے۔

جلاوطنی، بربادی اور بقا کی جدوجہد میں بابل کی اسیری یہودی تاریخ کا اہم موڑ تھا۔ اس نے انہیں نئی فکری تشکیل پر مجبور کیا۔

مشہور محقق Gedaliah Alon لکھتا ہے

"The Babylonian exile transformed Judaism from a national religion into a portable faith[25] ".

"بابل کی جلاوطنی نے یہودیت کو ایک قومی مذہب سے قابلِ حمل مذہبی شناخت میں بدل دیا۔"

یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہودی تہذیب نے مشکلات کو موقع میں بدلنے کی صلاحیت برقرار رکھی۔

یہودی تہذیب کے مطالعہ سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اس قوم کی فکری اور مذہبی روایت نے ہمیشہ ایک خاص قسم کی مزاحمتی ذہنیت پیدا کی۔ متعدد محققین کا خیال ہے کہ یہ مزاحمت صرف سیاسی نہیں بلکہ تہذیبی اور مذہبی ذہنیت کا حصہ ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ بات نمایاں طور پر موجود ہے کہ بنی اسرائیل نے بارہا اپنے انبیا کی تعلیمات کے مقابلے میں مزاحمت اختیار کی اور اپنے لیے متبادل تعبیرات گھڑیں۔

چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے

"أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَىٰ أَنفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ" [26]

"کیا جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس وہ چیز لے کر آیا جو تمہاری خواہشوں کے خلاف تھی تم نے تکبر کیا؟

پس ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔"

یہ آیت مبارکہ اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ یہودی تہذیب میں فکری انا، روایت پر اجارہ داری، اور دوسری تعبیرات کو مسترد کرنے کا مزاج تاریخ کا مستقل حصہ رہا ہے۔ اس رویے نے بعد میں ان کی فکری سیاست، مذہبی قانون اور اجتماعی شناخت کو تشکیل دیا۔

مزید بر آں، جدید محقق مارٹن بوبر (Martin Buber) یہودی مذہبی شعور کے بارے میں لکھتا ہے

"Judaism is a civilization of dialoguebut dialogue limited within its self-defined sacred boundaries."

یہودیت مکالمے کی تہذیب ہے، لیکن مکالمہ صرف انہی حدود کے اندر ممکن ہے جنہیں وہ مقدس قرار دیتے ہیں۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

یہ بات قرآن کے بیانیے سے ہم آہنگ ہے، جہاں یہودیوں کے اندرونی مکالمے کو تو مضبوط بتایا گیا ہے، لیکن "غیر قوموں" کے ساتھ مکالمے میں تنگی کا رجحان واضح ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے

"لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْأُمِّيِّينَ سَبِيلٌ" [27]

" امّیین (غیر یہودیوں) کے بارے میں ہمارے لیے کوئی جواب دہی نہیں۔"

یہ آیت بتاتی ہے کہ یہودی ذہن میں قوم پرستی اور تہذیبی مرکزیت کس طرح مذہبی نظریے کا حصہ بن گئی تھی۔

5.3 یہودی تہذیب میں اجتماعی نظم اور تعلیمی ڈھانچہ

دنیا کی تاریخ میں بہت کم اقوام ایسی ہیں جنہوں نے تعلیمی نظام اور متنی روایت (Textual Tradition) کو اپنی بقا کا بنیادی ذریعہ بنایا۔ یہودی قوم کی خاص بات یہ ہے کہ انہوں نے مذہبی تعلیم، تلمودی مدارس، عبرانی زبان، اور شریعتی اصولوں کے ذریعے ایک ایسا تہذیبی فریم ورک تشکیل دیا جو ہزاروں سال کی جلاوطنی کے باوجود قائم رہا۔ یہودی مؤرخ کارل کوہن (Karl Cohen) اس بارے میں لکھتا ہے:

"The survival of Jewish civilization rests upon its schools; no institution has contributed more to Jewish continuity than the Beit Midrash.[28]"

"یہودی تہذیب کی بقا کا راز ان کے مدارس میں ہے؛ بیت مدراش سے بڑھ کر کسی ادارے نے یہودی تسلسل کو قائم نہیں رکھا۔"

یہ حقیقت قرآن کی اس آیت سے بھی جڑی ہوئی ہے جہاں بنی اسرائیل کے علمی طبقے یعنی احبار ور بیّون کا ذکر ہے

"وَلَوْلَا رِجَالٌ صِدْقٌ مِّنَ الرَّبَّانِيِّينَ وَالْأَحْبَارِ" [29]

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ یہودی معاشرے میں مذہبی علماء (Rabbis) نہ صرف مذہبی احکام کے محافظ تھے بلکہ تہذیبی بقا کے ذمہ دار بھی تھے۔ یہی طبقہ آج کے دور میں اسرائیلی ریاست کے سماجی اور قانونی اداروں میں اپنی فکری میراث برقرار رکھے ہوئے ہے۔

یہودی اسکالر یروشلم برکلی (Jerusalem Berkley) جدید معنویت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"Jewish civilization represents one of the few ancient cultures that transformed persecution into intellectual vitalitz.[30] "

"یہودی تہذیب ان چند قدیم تہذیبوں میں سے ہے جنہوں نے مظلومیت کو علمی قوت میں بدل دیا۔"

یہ قوت آج بھی عالمی علمی مراکز، ٹیکنالوجی، سیاست، بین الاقوامی تعلقات، اور بیانیہ سازی میں نمایاں ہے۔

5.4 تلمودی تہذیب اور قانونی برتری کا تصور

یہودی علمی روایت میں "تلمود" کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ جدید یہودی محقق جیکب نیوسنر (Jacob Neusner) اسے یوں بیان کرتا ہے

"The Talmud is not merely a book of law; it is the architecture of Jewish civilization[31]" .

" تلمود صرف قوانین کی کتاب نہیں بلکہ یہودی تہذیب کا پورا فکری ڈھانچہ ہے۔"

اسی فکری ڈھانچے نے یہودی قوم کو ایک ایسی اجتماعی وحدت فراہم کی جو سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اور جغرافیائی بکھراؤ کے باوجود باقی رہی۔ قرآن بھی یہودی قوم کے اسی تہذیبی مزاج کی طرف اشارہ کرتا ہے جب وہ ان کے اجتماعی نظم، عہد کی پاسداری کے دعوے اور قانون کی مرکزیت کا ذکر کرتا ہے۔

5.5 سماجی بقا کی حکمت عملی (Survival Strategy)

یہودی تہذیب میں قانونیت صرف مذہبی معاملہ نہیں بلکہ سماجی بقا کی حکمت عملی بھی رہی ہے۔ مسلسل جلاوطنیوں، حملوں اور تباہ کاریوں کے دوران انہیں کسی مضبوط قانونی و اخلاقی نظام کی ضرورت تھی جو پوری قوم کو متحد رکھ سکے، جیسا کہ یہودی مؤرخ لاری ولسن (Larry Wilson) اس بارے میں لکھتا ہے:

> "Jewish survival through centuries of dispersion was secured through law, community and educationwithout these three pillars the nation would have dissolved.[32] "

"صدیوں کی جلاوطنی کے باوجود یہودیوں کی بقا قانون، جماعت اور تعلیم کے ستونوں سے ہی ممکن ہوئی۔"

یہ نقطہ آج کے دور میں بھی مکمل طور پر نمایاں ہے؛ جدید اسرائیلی ریاست میں یہی تین عناصر تہذیبی بنیادوں کے طور پر قائم ہیں۔

6. قرآن کا موقف اور عصر حاضر میں اس کی معنویت

قرآن مجید میں یہودی تہذیب کا جو تجزیہ ملتا ہے وہ دراصل فقہی جمود، قانونی شدت، اور مذہبی مرکزیت کی تنبیہ ہے۔ قرآن چاہتا ہے کہ امت مسلمہ اس قوم کی تاریخ سے یہ درس لے کہ

- قانون مقصد بن جائے تو دین کی روح ختم ہو جاتی ہے۔
- مبالغہ آرائی اور سختی قوم کو فکری پتھراؤ کا شکار کرتی ہے۔
- اجتماعی نظم ضروری ہے لیکن روحانیت کے بغیر کھوکھلا رہ جاتا ہے۔

اس پس منظر میں قرآن یہودی تہذیب کے متعلق جو بیانیہ پیش کرتا ہے وہ براہِ راست عصرِ حاضر سے متعلق ہو جاتا ہے، کیونکہ آج بھی دنیا کی متعدد قومیں قانون کی سختی، مذہب کی تعبیرات پر اجارہ داری، اور قوم پرستانہ ذہنیت کا شکار ہیں۔

معروف مسلم مفکر ڈاکٹر فضل الرحمٰن لکھتے ہیں

"یہودی تجربہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ جب مذہب، قانون اور قوم پرستی ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں تو معاشرے میں اخلاقی تخلیق اور روحانی وسعتیں محدود ہو جاتی ہیں۔"[33]

یہ بات مسلمانوں اور دیگر معاشروں کے لیے بھی ایک واضح پیغام رکھتی ہے۔

6.1 یہودی تہذیب میں معیشت اور تجارت

یہودی تہذیب کے مطالعے میں معیشت اور تجارتی رویے ایک نمایاں پہلو ہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ یہودی قوم نے ہمیشہ تجارت، مالی سرمایہ کاری، اور سودی نظام میں مہارت حاصل کی۔ قرآن مجید بھی بنی اسرائیل کی اقتصادی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتا ہے، خاص طور پر ان کے مالی اخلاقیات، سود اور منافع کے طریقوں کے حوالے سے:

"يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ وَتَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ"[34]

" اے اہلِ کتاب! تم الفاظ کو ان کی جگہ سے مڑ کر پیش کرتے ہو اور لوگوں کے مال کو باطل طریقے سے کھاجاتے ہو۔"

یہ آیت اقتصادی اخلاقیات کی اہمیت کو واضح کرتی ہے اور یہودی اقتصادی رویوں کے کچھ پہلوؤں پر تنقیدی روشنی ڈالتی ہے۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

6.2 معیشتی مہارت اور سود کی روایت

تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی قوم نے مختلف ادوار میں مالی مہارت کے ذریعے اپنی بقا یقینی بنائی۔ یہ مہارت صرف تجارت تک محدود نہیں تھی بلکہ قرض، سرمایہ کاری اور سودی لین دین میں بھی نظر آتی تھی۔ مشہور محقق مارٹن گڈمین (Martin Goodman) لکھتے ہیں

"Jews historically occupied niches in commerce and finance that were often unavailable to others, which shaped their economic identity[35]" .

"تاریخی طور پر یہودی تجارت اور مالیات کے شعبوں میں وہ مقام حاصل کرتے رہے جو دوسروں کے لیے مشکل تھا، اور اس سے ان کی اقتصادی شناخت تشکیل پائی۔"

یہ بیان قرآن کی تعلیم سے ہم آہنگ ہے کہ مالی معاملات میں اخلاقیات اور شفافیت تہذیبی بقا کے لیے ضروری ہیں۔

6.3 عصری معنویت اور جدید دور میں اقتصادی اثرات

جدید دور میں یہودی اقتصادی مہارت دنیا کی متعدد معیشتوں میں نمایاں اثر ڈالتی ہے۔ سرمایہ کاری، بینکاری، مالیاتی ادارے، اور عالمی تجارت میں یہودی اثر ورسوخ واضح ہے۔ مشہور اقتصادی تجزیہ نگار جوزف اسٹائیگلٹز (Joseph Stiglitz) کے مطابق

"Historical patterns of Jewish economic activity provide insight into resilience, network building, and innovative strategies in modern economie[36] "

"یہودی اقتصادی سرگرمیوں کے تاریخی نمونے جدید معیشت میں لچک، نیٹ ورک سازی، اور جدید حکمت عملیوں کی بصیرت فراہم کرتے ہیں۔"

یہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ یہودی معاشی رویے صرف تجارتی مہارت نہیں بلکہ ایک تہذیبی اور فکری حکمت عملی بھی ہیں جو ان کی بقا اور اثر ورسوخ کی بنیاد ہے۔

یہودی اقتصادی رویے تاریخی تجربے، تجارت اور سودی مہارت پر مبنی ہیں۔ معیشت کو صرف ذاتی فائدے کے بجائے اجتماعی بقا اور کمیونٹی کی مضبوطی کے لیے استعمال کیا گیا۔ قرآن مجید ان رویوں کی اخلاقی تنبیہ کرتا ہے اور عدل، احسان اور شفافیت کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ عصری دور میں یہ رویے عالمی معیشت اور جدید مالی نظام میں نمایاں اثرات رکھتے ہیں۔

یہ علمی مطالعہ یہودی تہذیب کے تجارت، قانون اور اخلاقیات کے تعلق کو واضح کرتا ہے اور عصرِ حاضر میں اس کی معنویت بیان کرتا ہے۔

6.4 یہودی تہذیب میں تعلیم، فکری مزاج اور عصری معنویت

یہودی تہذیب میں تعلیم اور علمی رویہ بنیادی ستونوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تاریخی طور پر یہودی قوم نے علم کو صرف ذاتی ترقی کے لیے نہیں بلکہ اجتماعی بقا، تہذیبی تسلسل اور فکری وحدت کے لیے بھی استعمال کیا۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے علمی رویے کے بارے میں فرمایا گیا

"وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ" [37]

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت دی۔"

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

یہ آیت علمی اور فکری قوت کو واضح کرتی ہے، جسے یہودی قوم نے متعدد ادوار میں اپنی تہذیبی پہچان کے لیے بنیاد بنایا۔

6.5 یہودی تہذیب کی ثقافتی اور فکری اثرات کی عصری معنویت

یہودی تہذیب کی ثقافتی اور فکری بنیادیں صرف مذہب یا قانون تک محدود نہیں رہیں، بلکہ انہوں نے ادب، فلسفہ، فنون لطیفہ، اور عالمی فکری مکالمے میں بھی اثرات مرتب کیے۔ قرآن مجید بنی اسرائیل کی فکری سرگرمیوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے علمی اور ثقافتی رویوں کی تنبیہ کرتا ہے:

"وَلَقَدْ آتَيْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ كِتَابًا وَحُكْمًا وَنُبُوَّةً" [38]

" اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکمت اور نبوت دی۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کی تہذیب میں علم اور حکمت مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور یہ ایک مضبوط ثقافتی بنیاد تھی۔

6.6 ادبی اور فلسفیانہ اثرات

یہودی ثقافت نے ادبی اور فلسفیانہ روایت میں تحقیق، دلیل، اور منطقی بحث کو فروغ دیا۔ معروف محقق Louis Finkelstein لکھتے ہیں

"sJewish literary and philosophical works are deeply intertwined with moral, legal, and theological thought, creating a unique cultural identity.

"یہودی ادبی اور فلسفیانہ کام اخلاقی، قانونی اور الہامی فکر سے گہرائی میں جڑے ہیں، اور ایک منفرد ثقافتی شناخت پیدا کرتے ہیں۔
یہ تصور قرآن کے تناظر میں اہمیت رکھتا ہے، جہاں تعلیم و حکمت کے امتزاج کو تہذیبی ترقی کی شرط قرار دیا گیا ہے۔"

6.7 فکری مکالمہ اور عصری اثرات

یہودی فکری رویہ جدلی مکالمے (Dialectical Dialogue) اور تنقیدی سوچ پر مبنی رہا ہے۔ تلمود میں نصوص کی تعبیر، دلیل سازی اور بحث و مباحثہ ایک لازمی جزو ہیں۔ یہ رویہ عصری دنیا میں سائنسی تحقیق، فلسفیانہ مکالمے اور قانونی نظام میں بھی نمایاں ہے، جیسا کہ مشہور محقق Isaac Husik لکھتے ہیں

"Jewish philosophy cultivated critical reasoning and debate, which influenced both medieval and modern intellectual landscapes.[39] "

"یہودی فلسفہ نے تنقیدی استدلال اور مباحثے کو فروغ دیا، جو وسطی اور جدید فکری دنیا پر اثر انداز ہوا۔"

6.8 ثقافتی بقا اور عصری معنویت

یہودی ثقافت میں تعلیم، فکری مزاج اور اجتماعی ہمدردی کی بنیاد پر ایک مضبوط ثقافتی تسلسل قائم رہا۔ جلاوطنی اور پراگندگی کے باوجود یہ تہذیب معاشرتی اور فکری اثرات کے ذریعے عالمی سطح پر موجود ہے۔ معروف محقق Steven Nadler اس بات پر زور دیتے ہیں:

"The Jewish cultural legacy persists not merely through religion, but through its intellectual vitality, artistic expression, and communal cohesion.[40]"

"یہودی ثقافتی وراثت صرف مذہب کے ذریعے نہیں بلکہ فکری توانائی، فنکارانہ اظہار، اور کمیونٹی کی ہم آہنگی کے ذریعے قائم ہے۔"
یہ بات عصرِ حاضر میں بھی موزوں ہے، جہاں یہودی اسکالرز، سائنسدان اور فنکار عالمی سطح پر علمی اور ثقافتی اثرات چھوڑ رہے ہیں۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

یہودی تہذیب کی ثقافتی بنیاد علم، حکمت اور فکری مکالمے پر ہے۔ ادبی، فلسفیانہ اور علمی سرگرمیاں ان کی تہذیبی شناخت کا لازمی جزو ہیں۔ عصری دنیا میں یہ رویے سائنسی تحقیق، قانونی نظام اور فنون لطیفہ میں واضح اثرات مرتب کرتے ہیں۔ قرآن مجید بنی اسرائیل کی علمی اور ثقافتی ترقی کے تنقیدی تجزیے کے ذریعے مسلمانوں کے لیے بھی سبق فراہم کرتا ہے۔

6.9 یہودی تہذیب کے سماجی اور اخلاقی اصول اور عصری معنویت

یہودی تہذیب کی اہم خصوصیات میں سماجی نظم، اخلاقی ضوابط اور کمیونٹی کی ذمہ داری شامل ہیں۔ تاریخی طور پر یہودی معاشرہ ایک مضبوط اجتماعی ڈھانچے (Social Structure) کے تحت قائم رہا، جس میں قانون، مذہب اور اخلاقی اصول ایک دوسرے کے ساتھ مربوط تھے۔ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے سماجی رویوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے کچھ اصولوں پر تنقیدی روشنی ڈالی گئی ہے:

"وَإِذْ أَخَذْنَا مِيثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّورَ أَنِ خُذُوا مَا آتَيْنَاكُمْ بِقُوَّةٍ وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ" [41]

"اور جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تورات کو تمہارے اوپر بلند کیا کہ جو کچھ تمہیں دیا گیا اسے مضبوطی کے ساتھ تھامو اور اس میں جو کچھ ہے یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بنو۔"

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ بنی اسرائیل کے سماجی اور اخلاقی اصول خود حفاظتی اور اجتماعی ذمہ داری کے لیے بنائے گئے تھے، مگر متعدد ادوار میں ان پر عمل میں کوتاہی ہوئی۔

6.10 اجتماعی ذمہ داری اور قانونیت

یہودی سماج میں اجتماعی ذمہ داری (Collective Responsibility) اور قوانین پر عمل کرنا بنیادی عنصر رہا۔ یہود کے قوانین کے تاریخی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ:

- ہر فرد کو کمیونٹی کی بھلائی کے لیے اپنے فرائض ادا کرنا ضروری تھا۔
- مذہبی احکام اور فقہی قوانین سماجی نظم وضبط کے لیے بنیاد تھے۔
- اخلاقیات اور عدل وانصاف کو قانون کے ساتھ مربوط رکھا گیا۔

محقق Michael Walzer لکھتے ہیں

"The Jewish community has historically relied on a codified system of ethics and law to maintain social cohesion and moral conduct[42] "

"یہودی کمیونٹی نے تاریخی طور پر سماجی ہم آہنگی اور اخلاقی رویہ قائم رکھنے کے لیے ضابطہ شدہ نظام اخلاق اور قانون پر انحصار کیا۔"

6.11 عصری معنویت اور سماجی اثرات

عصرِ حاضر میں یہودی معاشرتی اصول اور اخلاقی ضوابط جدید دنیا میں کمیونٹی بقا، تعلیم، قانون اور سیاست میں اثر انداز ہیں۔ مثال کے طور پر:

- کمیونٹی کا تعاون: Diaspora میں اقتصادی اور سماجی تعاون مضبوطی کا باعث رہا۔
- قانونی اور اخلاقی معیار: موجودہ اسرائیلی سماجی قوانین اور بین الاقوامی تعلقات میں ان کی جھلک نظر آتی ہے۔
- اخلاق اور تجارت: مالی اور تجارتی معاملات میں شفافیت اور اخلاقیات کی پاسداری کو لازمی سمجھا جاتا ہے۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur
Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

اس حوالے سے مشہور محقق Jonathan Sacks لکھتے ہیں

"Jewish ethical and social norms, rooted in ancient scripture, continue to inform communal behavior and civic responsibility today[43]".

"یہودی اخلاقی اور سماجی اصول، جو قدیم صحیفوں میں جڑیں رکھتے ہیں، آج بھی کمیونٹی کے رویے اور شہری ذمہ داری کو متعین کرتے ہیں۔"

یہ بات مسلمانوں کے لیے بھی سبق آموز ہے کیونکہ قرآن نے انہی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے، تاکہ امت مسلمہ بھی اپنے سماجی اور اخلاقی نظام کو مضبوط بنا سکے۔

6.12 یہودی تہذیب کی عصری معنویت اور قرآن کی تنبیہات

یہودی تہذیب کے قانونی، سیاسی، اقتصادی، تعلیمی، فکری، ثقافتی اور سماجی پہلوؤں کا تفصیلی مطالعہ کیا۔ ان تمام پہلوؤں کا عصری معنویت کے ساتھ جائزہ لینا ضروری ہے تاکہ یہ سمجھا جا سکے کہ قرآن مجید کے تنقیدی تجزیے میں آج کے دور میں بھی کس قدر اہم سبق پوشیدہ ہے۔

6.13 یہودی تہذیب اور عصری معنویت

یہودی تجربات، خواہ وہ قانونی ڈھانچے ہوں، یا تعلیمی ادارے، اقتصادی مہارت یا فکری مکالمہ، آج کے عالمی نظام میں بھی اپنی معنویت رکھتے ہیں۔ ان کے یہ پہلو:

1. قانونیت اور اخلاقیات کا امتزاج: قانون کو صرف ضابطے کے طور پر نہیں بلکہ اخلاقی اور اجتماعی بقا کے لیے استعمال کرنا۔
2. معاشرتی ہم آہنگی: کمیونٹی اور جماعت کی حفاظت کے لیے مشترکہ اصول اپنانا۔
3. تعلیم اور فکری تنقید: علمی تربیت، تنقیدی سوچ اور مکالمہ تہذیب کی بقا کے بنیادی ستون ہیں۔
4. ثقافتی تسلسل: ادبی، فلسفیانہ اور سائنسی سرگرمیوں کے ذریعے تہذیب کو جلاوطنی اور عالمی پراکندگی کے باوجود محفوظ رکھنا۔

یہ تمام عناصر آج کی دنیا میں عالمی سیاست، معیشت، اور علم و ادب میں اثر انداز ہوتے ہیں، اور ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ تہذیب کی بقا کے لیے علم، قانون، اخلاقیات اور اجتماعی ہم آہنگی ضروری ہیں۔

قرآن مجید بنی اسرائیل کے تجربات اور رویوں کی تنبیہ کے ذریعے مسلمانوں اور دیگر قوموں کے لیے کئی اہم اسباق دیتا ہے:

1. عہد شکنی سے اجتناب: اجتماعی اصولوں اور معاہدات کی پاسداری معاشرتی استحکام کی ضامن ہے۔
2. قانون اور اخلاق کا امتزاج: قوانین میں سختی اور جمود تہذیب کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔
3. علم اور حکمت کی قدر: علمی و فکری تربیت تہذیب کی بقاء اور جدید ترقی کے لیے لازمی ہے۔
4. اجتماعی ذمہ داری: کمیونٹی کی فلاح اور اجتماعی ہم آہنگی معاشرتی قوت کو مستحکم کرتی ہے۔

یہ آراء قرآن کی تعلیم اور یہودی تجربات کے مجموعی تجزیے سے ہم آہنگ ہیں، اور عصری دنیا میں تہذیب کی پائیداری، علم و حکمت، اور اخلاقی استحکام کے لیے عملی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

7. خلاصۃ البحث

یہود اللہ تعالیٰ کی بہت لاڈلی امت ہونے کا استحقاق رکھتی تھی۔ قوم بنی اسرائیل میں بہت سے انبیاء تشریف لائے، جنھوں نے ان کی مذہبی، نظری اور عملی تربیت کی۔ تورات اور زبور بھی انہی کی طرف نازل ہوئی۔ پھر بھی جوں جوں وقت گزرتا گیا، یہ اپنی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ان لوگوں نے اپنی الہامی کتب میں بھی تحریف کی۔ ان کے علماء ان کو اپنی نفسانی خواہشات پر چلانے کی وجہ سے بھی دنیا میں ذلت کا شکار ہوئے۔

نتائج مقالہ

یہ مضمون واضح کرتا ہے کہ

1. یہودی تہذیب ایک قانونی، سیاسی، اقتصادی، علمی، اور ثقافتی نظام کے تحت منظم رہی۔
2. قرآن مجید نے ان کے تجربات کی روشنی میں مسلمانوں کو اخلاق، علم، قانون، اور اجتماعی ذمہ داری کے اہم اصول سکھائے۔
3. عصری معنویت میں یہ تعلیمات آج بھی سماجی، تعلیمی، اقتصادی اور سیاسی نظام کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔
4. یہ مطالعہ مسلمانوں اور دیگر قوموں کے لیے ایک سبق آموز تاریخی اور عصری ماڈل پیش کرتا ہے، جس سے یہ سیکھا جا سکتا ہے کہ تہذیب کی بقا علم، اخلاق، قانون اور اجتماعی ہم آہنگی سے جڑی ہے۔

NIBRAS
Islamic Research Journal
Department of Fiqh and Shariah
The Islamia University of Bahawalpur

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

مصادر و مراجع

[1] القرآن،16:45
Al-Qurʾān, 45:16

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج1، ص340
Ibn Kathīr, Ismāʿīl ibn ʿUmar, Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm, Dār al-Kutub al-ʿIlmīyah, Bayrūt, j. 1, p. 3

[3] Baron, Salo, A Social and Religious History of the Jews, Columbia University Press, Vol. 1, p 14

[4] طبری، محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، دار الفکر، بیروت، ج3، ص112
Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Jāmiʿ al-Bayān fī Tafsīr al-Qurʾān, Dār al-Fikr, Bayrūt, j. 3, p. 11

[5] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ترجمان القرآن فاؤنڈیشن، ج1، ص245
Mawdūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, Tafhīm al-Qurʾān, Tarjumān al-Qurʾān Fāʾūndēshan, j. 1, p. 245

[6] القرآن،159:7
A-Qurʾān ,7:15

[7] مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، دار الکتب الاسلامیہ، تہران، ج6، ص312
Makāram Shīrāzī, Nāṣir, Tafsīr Namūnah, Dār al-Kutub al-Islāmīyah, Tihrān, j. 6, p. 312

[8] Scholem, Gershom, Major Trends in Jewish Mysticism, Schocken Books, p 21.

[9] القرآن،18:5
A-Qurʾān, 5:18

[10] Johnson, Paul, A History of the Jews, HarperCollins, p 45

[11] القرآن،13:5
A-Qurʾān ,5:13

[12] رازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، ج4، ص221
Rāzī, Fakhr al-Dīn, Mafātīḥ al-Ghayb, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, j. 4, p. 221

[13] القرآن،100:2
A-Qurʾān,2:100

[14] قرطبی، محمد بن احمد، الجامع لأحکام القرآن، دار الکتب المصریہ، ج2، ص312
Qurṭubī, Muḥammad ibn Aḥmad, al-Jāmiʿ li-Aḥkām al-Qurʾān, Dār al-Kutub al-Miṣrīyah, j. 2, P. 312

[15] القرآن،96:2
Al-Qurʾān, 2:96

[16] Hertzberg, Arthur, The Jews in America, HarperCollins, p. 18

[17] القرآن،264:2
Al-Qurʾān ,2:26

[18] مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، ج1، ص310
Mawdūdī, Sayyid Abū al-Aʿlā, Tafhīm al-Qurʾān, j. 1, P. 310

[19] القرآن،33:44
Al-Qurʾān, 44:33

[20] یعقوبی، احمد بن ابی یعقوب، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت، ج1، ص120
Yaʿqūbī, Aḥmad ibn Abī Yaʿqūb, Tārīkh al-Yaʿqūbī, Dār Ṣādir, Bayrūt, j. 1, P. 120

[21] القرآن،20:38
Al-Qurʾān ,38:20

[22] Johnson, Paul, A History of the Jews, HarperCollins, p 56

[23] القرآن،155:4
Al-Qurʾān, 4:155

[24] ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، دار الفکر، بیروت، ج2، ص214
Ibn Kathīr, al-Bidāyah wa al-Nihāyah, Dār al-Fikr, Bayrūt, j. 2, P. 214

[25] Alon, Gedaliah, The Jews in Their Land, Harvard University Press, p 31

[26] القرآن،87:2

Vol.4, Issue 02, July to December. 2025,
Page No. 45- 60

Al-Qurʾān ,2:87

[27] القرآن،75:3

Al-Qurʾān ,3:75

[28] Cohen, Karl. Education and Jewish Continuity, Chicago: Jewish Academic Press, 2004, p 29.

[29] القرآن،5،:44

Al-Qurʾān, 5:44

[30] Berkley, Jerusalem. Jews in Modern Civilization, Tel Aviv: Hebrew Heritage Foundation, 2011, p 118.

[31] Neusner, Jacob. The Talmud and Jewish Civilization, Boston: Brill Academic Publishers, 1987, p 8.

[32] Wilson, Larry. Jewish Survival and Cultural Continuity, Chicago: Heritage Books, 2007, p 41.

[33] فضل الرحمٰن، محمد، اسلام اور جدیدیت، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1997ء، ص112

Faḍl al-Raḥmān, Muḥammad, Islām aur Jadīdīyat, Lahore: Sang-e-Mīl Publications, 1997, P. 112

[34] القرآن،4:46

Al-Qurʾān ,4:46

[35] Goodman, Martin. The Economic Life of Jews in Antiquity, London: Routledge, 1994, p. 58.

[36]Stiglitz, Joseph. Economic Insights from Historical Jewish Practices, New York: Columbia University Press, [36] 2006, p 71.

[37] القرآن5:44

Al-Qurʾān, 5:44

[38] القرآن5:44

Al-Qurʾān ,5:44

[39] Husik, Isaac. A History of Medieval Jewish Philosophy, New York: Macmillan, 1916, p 45.

[40] Nadler, Steven. Jewish Thought and Culture in the Modern Era, Cambridge: Cambridge University Press, 2010, p 62.

[41] القرآن2:63

[42] Walzer, Michael. Interpretations of Jewish Social Ethics, Princeton: Princeton University Press, 1994, p 21

[43] Sacks, Jonathan. Jewish Wisdom and Modern Society, London: Continuum International, 2005, p 56.